کشمیر یونیورسٹی میں فارسی زبان و ادب پر ایک بین الاقوامی سیمینار

(ایک تاثر) —— ڈاکٹر صاحب بانہالی

کشمیر گزشتہ چھ صدیوں سے ایرانی تمدن کے ایک حسین مرکز اور فارسی زبان کے ایک رنگین گہوارے کی حیثیت سے معروف رہا ہے۔ انہی دو پہلوؤں سے دراصل مختلف خصوصیات نے جنت ارضی کہلانے والے اس خطہ دلپذیر کو دنیا کے سامنے ایران صغیر بنا کر پیش کیا تھا۔ گزشتہ صدیوں کے دوران خاص طور سلاطین کشمیر اور سلاطین چغتائیہ کے دوروں میں جس ڈھنگ سے کشمیر میں فارسی زبان و ادب کی خدمت اور پرورش ہوتی رہی ہے، اسی کے اعتراف میں بنیاد فرہنگ ایران کے اراکین نے سال ۱۹۷۸ء کا بین الاقوامی سیمینار اور گرمائی انسٹی ٹیوٹ برائے استادانِ فارسی کشمیر یونیورسٹی میں منعقد کرنے کی خواہش ظاہر کی، اس سے پیشتر اس سیریز کا پہلا سیمینار اور سمر انسٹی ٹیوٹ دہلی کی جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں سال ۱۹۷۷ء میں منعقد کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس پہلے تجربے کے فوراً بعد بنیاد فرہنگ کا ایک وفد اکتوبر ۱۹۷۷ء میں ڈاکٹر سعیدی سیرجانی کی سربراہی میں کشمیر یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر رضی الحسن حسینی سے ملاقی ہوا تھا خوش قسمتی سے اس ملاقات میں راقم بھی شریک ہوا چنانچہ وہاں پر ہی اس معاملے سے متعلق تفاصیل طے کرنے کے لئے شعبہ فارسی کے سربراہ ڈاکٹر شمس الدین احمد کو آئندہ سیمینار بحیثیت ڈائریکٹر نامزد کرنے کا فیصلہ کیا گیا پھر جب سال ۱۹۷۸ء میں کشمیر یونیورسٹی کو نئے وائس چانسلر ڈاکٹر ... صاحب کی دل انگیز قیادت حاصل ہو گئی اور تعلیمی (تدریسی) معاملات میں نئی زندگی کی حرکت سے اس تجویز پیش نظر بین الاقوامی سیمینار کو روبہ عمل لانے کے لئے ٹھوس اقدام شروع کئے گئے اس سیمینار کو بنیاد فرہنگ ایران نے پوری اور کشمیر یونیورسٹی کے اشتراک سے تاریخی اہمیت کے

سمینار اور انسٹی ٹیوٹ کے لئے تاریخیں مقرر کریں۔

اس کے بعد تقریباً سات مہینے کے دوران کشمیر یونیورسٹی کے شعبۂ فارسی سے وابستہ تینوں اساتذہ ڈاکٹر شمس الدین اور ڈاکٹر کاشی ناتھ پنڈتا اور راقم کی اپنی تدریسی مصروفیات کے علاوہ اس انسٹی ٹیوٹ اور سمینار کی تیاریوں میں سرگرم عمل ہو گئے چونکہ سمینار میں کل ہند سطح پر تقریباً تمام یونیورسٹیوں اور منتخب کالجوں کے فارسی پروفیسر صاحبان کی شرکت متوقع تھی اس لئے اس قدر بڑی تعداد میں آنے والے مہمانوں کو کشمیریوں کی روایتی مہمان نوازی کے عین مطابق رہائش اور خورد و نوش کے دیگر انتظامات مہیا کرنے کیلئے ایک معاون کمیٹی تشکیل دینے کی ضرورت محسوس کی گئی چنانچہ شعبہ فارسی کے اراکین نے رجسٹرار یونیورسٹی پروفیسر سیف الدین سوز، پروفیسر جان محمد، ڈاکٹر بی کاچرو، ڈاکٹر اے حیدار، سردار اندا بیت سنگھ اسسٹنٹ آفیسر اور مسٹر عبدالرحمان وارلے ایڈوارڈ آفیسر پر مشتمل ایک انتظامیہ کمیٹی کا تعاون بھی حاصل کر لیا۔ اس طرح ۲۰ جولائی ۱۹۷۸ء سے ۲ اگست ۱۹۷۸ء تک کشمیر یونیورسٹی کے احاطہ میں منعقد ہونے والے علمی و ادبی جشن الموسوم

SECOND SUMMER INSTITUTE CUM SEMINAR FOR PERSIAN TEACHER OF INDIAN UNIVERSITIES AND COLLEGES.

کی تیاریاں مکمل کر لی گئیں۔ پروگرام کے مطابق ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں اور کالجوں سے وابستہ پروفیسر صاحبان اور ایرانی علماء کی ٹیم کے اراکین ۱۶ جولائی کی شام کو سری نگر پہنچ گئے۔ معزز مہمانوں کی پذیرائی اور استقبال کے لئے شعبہ کے اساتذہ اور طلباء پر مشتمل ایک سب کمیٹی ٹورسٹ سنٹر سری نگر میں منتظر تھی چنانچہ یونیورسٹی کی طرف سے وقف رکھی گئی بسوں میں انہیں یونیورسٹی کیمپس پہنچایا گیا۔ نسیم باغ میں ان کی رہائش کے لئے کئی ہٹوں کو حتی المقدور آراستہ کیا گیا تھا اگرچہ پھر بھی کئی سبب کی کمی جن کی شکایت رہی اس کے لئے کمیٹی کو کبھی موقع ملا احساس شرمندگی سے سابقہ پڑا۔ اگلے دن ... جولائی کی صبح سے سمینار اور انسٹی ٹیوٹ کی ... اور ... کی کارروائی باضابطہ شروع کی گئی۔ پروگرام کے ...

سمینار کا افتتاح ریاست جموں و کشمیر کے وزیر اعلیٰ اور بزرگ رہنما جناب شیخ محمد عبداللہ نے اپنی تقریر سے کشمیر یونیورسٹی کے گاندھی بھون میں کیا۔ اس موقع پر بنیاد فرہنگ ایران کے سیکرٹری جنرل پروفیسر پرویز ناتل خانلری مہمان خصوصی کی حیثیت سے موجود تھے۔ موصوف نے شیخ صاحب کی تقریر کے جواب میں کشمیریوں کے تئیں ایرانیوں کے برادرانہ جذبات کا اظہار بڑے دلپذیر الفاظ میں فرمایا۔ جناب شیخ صاحب اور ڈاکٹر خانلری کے درمیان سمینار کے ڈائرکٹر ڈاکٹر شمس الدین احمد ترجمانی کا کام عمدہ ڈھنگ سے انجام دیتے رہے۔ اس موقع پر سری نگر کے انسٹی ٹیوٹ آف میوزک کے طلباء و طالبات اور شعبہ فارسی کے طلباء و طالبات نے ایک نہایت دلربا کلچرل پروگرام پیش کیا۔ اس پروگرام کے لئے ایران اور ہندوستان کے برگزیدہ فارسی شعراء کے کلام سے جو نغمے منتخب کئے گئے تھے ان میں سے بعض کے مطلعوں کا یہاں پر درج کیا جانا ایک یادگاری محفل رقص و سرود کی یاد تازہ کرنے کے مترادف ہوگا۔ چند مطلعے یہ ہیں۔

(۱) شاعر مشرق اقبالؒ : چشم ابر تشنہ گشت ‌‌ کوه و تل و دمن نگر
سبزه جهان جهان ببین ‌‌ لاله چمن چمن نگر

★

(۲) مولانا رومیؒ : حیلت رها کن عاشقا ‌‌ دیوانه شو دیوانه شو
وندر دل آتش درآ ‌‌ پروانه شو پروانه شو

★

(۳) امیر خسرو دہلویؒ : خبرم رسید امشب ‌‌ که نگار خواهی آمد
دل و جانم فدای راهت ‌‌ که سوار خواهی آمد

★

(۴) شاہ ہمدان میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمۃ : من ز عکس روی تو یابند مقبولان ہدایت ہا
ز خاک کوی تو جویند مسعودان سعادت ہا

نذرِ شیرازی ہے ~ الا یا ایہا الساقی ادر کأسا و ناولہا

کہ عشق آساں نمود اول ولی افتاد مشکلہا

پروگرام میں غنی کشمیری کی اس غزل کے چند شعر بھی شامل تھے جس کا ایک شعر یہ ہے ~

جمع کردم مشتِ خاشاکی کہ سوزم خویش را

گل گماں دارد کہ بندم آشیاں در گلستان

۱۸ ستمبر ۱۹۷۹ء کی صبح سے انسٹی ٹیوٹ کی درس و تدریس اور سیمینار کی سمن وانی کے پروگرام دوش بدوش جاری رکھنے کی رسمی کارروائی شروع ہو گئی۔ اب کیا تھا۔ الگ الگ دو کلاسوں میں باری باری لیکچر دینے کے لئے ہر روز دو ایرانی استاد صبح بروقت پہنچ جاتے تھے۔ ایک گھنٹہ کے لیکچر کے فوراً بعد قہوہ نوشی کا وقفہ اور اس کے بعد استادوں کا تبادلہ عمل میں آتا تھا۔ ہندوستان کی یونیورسٹیوں اور کالجوں کے استاد چونکہ ایرانی حضرات کے شرفِ تلمذ کو ملحوظ رکھنے کے روایتی ڈھنگ سے روادار رہے اسلئے اکا دکا ہی ان حضرات کو کڑی تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ ویسے ڈاکٹر جعفر محجوب اور ڈاکٹر اسمعیل حاکمی کے لیکچروں سے استفادہ کرنے پر ہر کوئی مسرت محسوس کرتا رہا۔ ڈاکٹر کسروی اور آقای جعفری کے لیکچر بھی کافی دلچسپ رہتے تھے۔ اس طرح ہر دن کا پہلا حصہ فارسی زبان و ادب کے جدید لہجوں اور رجحانوں سے وابستہ درس و تدریس کے لئے وقف رہتا تھا۔ تمام شرکاء پورے انہماک سے اس حصے سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ اس لطف اندوزی میں ایرانی استادوں کی پھبتیوں اور ہندوستانی استادوں کی فارسی بولنے میں جھجکوں کا برابر دخل رہتا تھا۔ کبھی کبھار آویزشِ فکر و نظر بھی کلاس روم میں انگڑائی لینے لگتی لیکن وہی لحاظ استاد و شاگرد آڑے آجاتا اور بات آئی گئی بن جاتی۔ دن کا دوسرا حصہ یعنی بعد دوپہر کا حصہ بھی خاصا دلچسپ رہتا تھا۔ یہ حصہ روزانہ دو تا تین مقالے پڑھنے اور ان پر تبصرہ و بحث کرنے کے لئے وقف تھا۔ اس دوران حسبِ تجویز حضرات اساتذہ باری باری اپنا اپنا مقالہ پڑھتے اور دیگر حاضرین ان مقالوں پر تنقید اور بحث کرتے۔ مقالے پڑھنے والے بعض حضرات نے بلا سہل انگاری سے کام لیا تھا۔ دن

کہ اس حصے میں سننے والوں میں سے بھی کئی حضرات کشمیر لونڈی اور سوداسلف خریدنے کے لئے نکل جاتے تھے۔ شاید یہ اسلئے تھا کہ دلچسپ اور فکر انگیز مقالوں کی تعداد زیادہ نہ تھی بلکہ بعض مقالے تو بالکل ہی پھیکے اور تضیع اوقات کا باعث گردانے گئے۔ البتہ مجلس مقالات میں کبھی کبھار جو لے دے ہوتی رہی، وہی اس مجلس کو جاندار بنانے کی ضامن تھی اور یوں درس و تدریس(۲) کی طرح سخنرانی کا پروگرام بھی بحیثیت مجموعی دلچسپ اور مفید بن جاتا تھا۔

پورے سمینار کے دوران جن حضرات نے مختلف ادبی موضوعات پر مقالے پڑھے، اُن کے اسماء گرامی یہ ہیں:-

۱۔ ڈاکٹر اسمٰعیل حاکمی ۔ ۲۔ ڈاکٹر جعفر محجوب ۔ ۳۔ ڈاکٹر عطا کریم برق ۔ ۴۔ ڈاکٹر نذیر احمد ۔ ۵۔ آقای جمال میر صادقی ۔ ۶۔ ڈاکٹر عبدالودود اظہر ۔ ۷۔ ڈاکٹر ولی الحق انصاری ۔ ۸۔ ڈاکٹر نورالحسن انصاری ۔ ۹۔ ڈاکٹر میر حسن عابدی ۔ ۱۰۔ آقای سعیدی سیرجانی ۔ ۱۱۔ آقای ہوشنگ طاہری ۔ ۱۲۔ ڈاکٹر شمس الدین احمد ۔ ۱۳۔ ڈاکٹر محمد لطیف ۔ ۱۴۔ پروفیسر محمد صدیق ۔ ۱۵۔ ڈاکٹر کاشی ناتھ پنڈتا ۔ ۱۶۔ آقای سردار لنگانی ۔ ۱۷۔ آقای فریدون کشمیری۔

ویسے(۳) اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ سمینار اور انسٹی ٹیوٹ کے لئے وقف کئے گئے رقومات میں سے ایک معقول حصہ اُن مقالوں کو کتابی شکل میں شائع کرنے کے لئے رکھا گیا ہوتا۔ چاہیئے تھا تاکہ ایک ایک رسالہ فارسی زبان و ادب پر جدید نقطہ نظر کی تحریک کا سامان بن جاتا، خاص طور اگر اس کو شائع کرنے کے لیے فارسی کے تمام استادوں تک پہنچانے کی کوشش بھی کی جاتی۔ اس رسالے میں ایران سے آئے ہوئے عالموں، ادیبوں اور شاعروں کی اُن تقریروں کا شامل ہو جانا بھی اس کی افادیت میں اضافے کا باعث بنتا جو سمینار کے دوران انہوں نے کیں اور جن کو باضابطہ ٹیپ ریکارڈ کیا جاتا رہا۔ بنیاد فرہنگ اور سمینار کے سرپرستوں سے ایسے رسالے کا تقاضا کرنا ہر لحاظ سے واجبی ہوگا۔

سمینار میں ایران کے جن عالموں اور ادیبوں نے شرکت کی، اُن میں یہ حضرات شامل تھے۔

Scanned with CamScanner

(۱) آقای فریدون مشیری	(۲) ڈاکٹر پرویز ناتل خانلری
(۳) آقای مشایخ فریدنی	(۴) آقای جمال میرصادقی
(۵) آقای ہوشنگ طاہری	(۶) ڈاکٹر کسروی
(۷) آقای علی اکبر جعفری	(۸) آقای سعیدی سیرجانی
(۹) ڈاکٹر جعفر محجوب	(۱۰) ڈاکٹر اسمٰعیل حاکمی
(۱۱) خانم بتول سعیدی	(۱۲) آقای برہان ابن یوسف

ان ایرانی مہمانوں اور ہندوستان کی یونیورسٹیوں اور کالجوں کے فارسی استادوں کے اعزاز میں ایرانِ صغیر کشمیر کے سبھی تمدنی اداروں نے اپنے دیدہ و دل کو فرشِ راہ بنا لیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے میزبانانہ جذبے کا بھرپور اظہار اسی تعاون اور اشتراک کی صورت میں عملاً کرتے رہے جو انہوں نے متعلقہ ڈائریکٹر انسٹی ٹیوٹ کی ہر فرمائش پر پیشکش رکھا۔ وزیر اعلیٰ جناب شیخ محمد عبداللہ کی ذاتی دلچسپی اور مہمانوں کو دی گئی ضیافت سب پر فائق پائی گئی۔ پھر تمدنی اداروں میں ریاست جموں و کشمیر کی کلچرل اکیڈیمی اور وومن کالج نواکدل کا نام اس طرح کے بھرپور تعاون کے ناطے سرِ فہرست ہے۔ ان دو اداروں کی طرف سے پیش کئے گئے تمدنی پروگراموں نے ایرانی اور ہندوستانی مہمانوں پر ایسی کیفیات طاری کر دیں کہ وہ کشمیر میں اپنے قیام کے باقی دنوں میں ان پروگراموں کی محظوظیت و مسحوریت کا بار بار ذکر کرتے رہے۔ وومن کالج نواکدل کی قابل پرنسپل صاحبہ اور ان کی قابل رفقائے کار نے ۲۷ر جولائی کی شام کو ایک جاذبِ نظر پروگرام پیش کر کے ایسا تاثر پیدا کر دیا تھا کہ بنیادِ فرہنگ کے نمائندے آقای سعیدی سیرجانی کو موقعے پر ہی کالج کی دو استانیوں اور پانچ طالبات کو میرِ ایران کی پیشکش کر کے خراجِ تحسین پیش کرنا پڑا تھا۔ ایسا ہی تاثر ۲ر اگست ۱۹۷۰ء کی شام کو کلچرل اکیڈیمی کی طرف سے ٹیگور ہال سرینگر میں پیش کئے گئے پروگرام نے بھی پیدا کیا تھا۔ اس پروگرام کی خصوصیت کشمیر کی بے مثال انسوانی آوازوں اور اداؤں میں خاص طور پر شمیمہ دیو، گل افروز، کیلاش مہرا اور للتا سیٹھ کی زبانی پیش کئے جانے والے حافظ شیرازی اور اقبال

(۱) آقای فریدون مشیری (۲) ڈاکٹر پرویز ناتل خانلری

(۳) آقای مشایخ فریدنی (۴) آقای جمال میرصادقی

(۵) آقای ہوشنگ طاہری (۶) ڈاکٹر کسروی

(۷) آقای علی اکبر جعفری (۸) آقای سعیدی سیرجانی

(۹) ڈاکٹر جعفر محجوب (۱۰) ڈاکٹر اسمٰعیل حاکمی

(۱۱) خانم بتول سعیدی (۱۲) آقای بیہان ابن یوسف

ان ایرانی مہمانوں اور ہندوستان کی یونیورسٹیوں اور کالجوں کے فارسی استادوں کے اعزاز میں ایرانِ صغیر کشمیر کے سبھی تمدنی اداروں نے اپنے دیدہ و دل کو فرشِ راہ بنا لیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے میزبانہ جذبے کا بھرپور اظہار اس تعاون اور اشتراک کی صورت میں عملاً کرتے رہے جو انہوں نے متعلقہ ڈائرکٹر انسٹی ٹیوٹ کی ہر فرمائش پر پیش کش رکھا۔ وزیر اعلیٰ جناب شیخ محمد عبداللہ کی ذاتی دلچسپی اور مہمانوں کو دی گئی ضیافت سب پر فائق پائی گئی۔ پھر تمدنی اداروں میں ریاست جموں و کشمیر کی کلچرل اکیڈیمی اور ویمن کالج نواکدل کا نام اس طرح کے بھرپور تعاون کے ناطے سرِ فہرست ہے۔ ان دو اداروں کی طرف سے پیش کئے گئے تمدنی پروگراموں نے ایرانی اور ہندوستانی مہمانوں پر ایسی کیفیات طاری کر دیں کہ وہ کشمیر میں اپنے قیام کے باقی دنوں میں ان پروگراموں کی محویت و مسحوریت کا بار بار ذکر کرتے رہے۔ ویمن کالج نواکدل کی قابل پرنسپل صاحبہ اور ان کی قابلِ رفقاءِ کار نے ۲۷ر جولائی کی شام کو ایک جاذبِ نظر پروگرام پیش کر کے ایسا تاثر پیدا کر دیا تھا کہ بنیادِ فرہنگ کے نمائندے آقای سعیدی سیرجانی کو موقعے پر ہی کالج کی دو استانیوں اور پانچ طالبات کو میرِ ایران کی پیشکش کر کے فراخ تحسین پیش کرنا پڑا تھا۔ ایسے ہی تاثر ۲ر اگست ۱۹۷۸ء کی شام کو کلچرل اکیڈیمی کی طرف سے ٹیگور ہال سرینگر میں پیش کئے گئے پروگرام نے بھی پیدا کیا تھا۔ اس پروگرام کی خصوصیت کشمیر کی بے مثال انسوانی آوازوں اور اداؤں میں خاص طور پر شمیمہ دیو، گل افروز، کیلاش مہرا اور للتا سیٹھ کی زبانی پیش کئے جانے والے حافظ شیرازی اور اقبال

کی اشاعت تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ سیکریٹری اکیڈیمی محمد یوسف ٹینگ اور رشید نازکی کی دلنشین تقریروں سے جگایا جانے والا جادو بھی اس مجلس کی خصوصیت کا اہم حصہ تھا۔ خاص طور پر ٹینگ صاحب کا اس شعر کو عملاً ثابت کر دکھانا کہ ؎

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ بر کف
بہ امید آنکہ روزی بہ شکار خواہی آمد

ریاستی انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے پیش کئے گئے تمدنی پروگراموں نے بھی ایرانی مہمانوں کے دل موہ لئے تھے۔ اور کلچرل اکیڈیمی کی جانب سے ترتیب دی گئی کتابوں کی نمائش بھی کافی دلچسپ رہی۔ سیمینار اور انسٹی ٹیوٹ کی دو ہفتوں سے زیادہ عرصہ تک پھیلی ہوئی کارروائیوں کے دوران جن دیگر تمدنی اداروں نے اپنے بھرپور تعاون کا مظاہرہ کیا اور جن کا سیمینار کے اختتام پر شکریہ کے ساتھ ذکر کیا گیا اُن میں مذکورہ اداروں کے علاوہ دور درشن کیندر سرینگر، ریڈیو کشمیر سرینگر، محکمہ تواضع و سیاحت، قلم بیورو آف بنیادِ فرہنگِ ایران اور انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ آف گورنمنٹ آف انڈیا شامل ہیں۔ ریاست کے وزیر اعلیٰ اور دیگر تمدنی اداروں نے جس والہانہ محبت اور مہمان نوازی کا مظاہرہ معزز مہمانوں کے تئیں کیا تھا، بنیادِ فرہنگِ ایران کے اراکین نے اُن عزت بخش اور حوصلہ افزا پروگراموں کا بڑا خوشگوار ردِ عمل ظاہر کیا۔ اور سیمینار کی شاندار کامیابی کی خوشی میں اپنی روانگی سے ایک دن پہلے انہوں نے میزبانوں اور دیگر شرکاء کے لئے سرینگر کے مشہور ہوٹل اوبرائے میں جوابی دعوتِ طعام اور رنگ و محفل کا انتظام کیا۔ جس میں ریاست کے گورنر کی جانب سے ان مہمانوں کو دی گئی الوداعی پارٹی، جناب وزیر اعلیٰ کی جانب سے دی گئی دعوتِ طعام، مقامی تمدنی پروگراموں اور سیمینار کے منتظمین کی جانب سے مہمانوں کو سرینگر کے چند تاریخی و صحت افزا مقامات کی سیر کرائے جانے کا شکریہ کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ اور اس طرح اس تاریخی اور تمدن ساز سیمینار کی کارروائی ۲۳ر اگست ۱۹۷۶ء کو انجام پذیر ہو گئی۔